نمبر شمار	غزوہ کا نام	دن، تاریخ، ماہ اور سنہ	نام کمانڈر / سپہ سالار مسلم افواج	نام کمانڈر / سپہ سالار غیر مسلم افواج	حضور کا قائم مقام	ایام جنگ	افواج تعداد: مسلم	افواج تعداد: غیر مسلم	تعداد مقتول: مسلم	تعداد مقتول: غیر مسلم
۱۹	بنی قریظہ	بدھ ۲۳ ذیقعدہ ۵ھ	علی بن ابی طالب	-	(۸) ابن ام المکتوم	۱۵	۳۰۰۰	-	-	۶۰۰ یا ۷۰۰
۲۰	بنی لحیان	ربیع الاول ۶ھ	-	-	(۹) ابن ام المکتوم	۱۴	۲۰۰	-	-	-
۲۱	الغابہ	بدھ ربیع الاول ۶ھ	المقداد بن عمرو	-	(۱۰) ابن ام المکتوم	۵	۵۰۰	-	۱	۴
۲۲	حدیبیہ	پیر ذیقعدہ ۶ھ	-	خالد بن ولید یا عکرمہ بن ابی جہل	(۱۱) ابن ام المکتوم		۱۴۰۰	۲۰۰	-	-
۲۳	خیبر	جمادی الاول ۷ھ	علی بن ابی طالب		(۲) سباع بن عرفطہ الغفاری	-	۱۴۰۰	-	۱۵	۹۳
۲۴	عام الفتح	۱۰ رمضان، بدھ، ۸ھ	سعد بن عبادہ قیس بن سعد	-	(۱۲) ابن ام المکتوم	۱۵	۱۰۰۰۰	-	-	۱۰
۲۵	حنین	۶ شوال، ہفتہ، ۸ھ	سعد بن ابی وقاص (بڑا جھنڈا) عمر بن الخطاب (بڑا جھنڈا) علی بن ابی طالب (مہاجر) حباب بن المنذر (خزرج) سعد بن عبادہ (خزرج) (چھوٹے جھنڈے)	-	-	۴۲	۱۲۰۰۰	-	۱	۹
۲۶	طائف	شوال ۸ھ	خالد بن ولید	-	-	۱۸	-	-	۱۲	۱
۲۷	تبوک	جمعرات، رجب ۹ھ	ابوبکر صدیق	-	محمد بن مسلمہ	۲۰	۳۰۰۰۰	-	-	-

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عقائد اور اجتماعیت کا تعلق
حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کی نظر میں

ترتیب و تدوین
ڈاکٹر کلیم اللہ ساریو
لیکچرار شعبہ اسلامیات سندھ یونیورسٹی جامشورو

مقدمہ

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اسلامی معاشرے میں عقائد و اجتماعیت پر اپنی پراثر تقریروں اور تحریروں میں اس بات پر زور فرماتے تھے کہ عقائد انسانی اجتماعیت میں نہایت اہمیت کے حامل ہیں انسانی سوسائٹی یا اجتماعیت بغیر عقائد اور فکر کے بے سود ہیں۔ اور وہ عقیدہ یا فکر جو انسانی اجتماعیت کا سبب نہ ہوں۔ وہ عقائد مفید عام اور قابل تقلید نہیں ہیں۔ انسانی سوسائٹی میں فکر عقیدہ اور نظریۂ اجتماعیت کا مرکزی نقطہ مانا جاتا ہے ہم یہاں حضرت مولانا عبیداللہ سندھی صاحبؒ کی وہ فکر اور تحریر پیش کرتے ہیں جو انھوں نے عقائد اور اجتماعیت کی اہمیت پر بیان کی ہیں۔ پروفیسر محمد سرور نے مولانا عبیداللہ سندھی کے عنوان پر ایک کتاب مرتب کی ہے۔ ہم یہاں اسی مناسبت سے مولانا سندھی کے فکر کو ترتیب دیکر الولی کے قارئین کے لیے پیش کرتے ہیں ——————— (مرتب)

انسانی زندگی پر عقیدہ اور عمل کا یکساں اثر ہونا چاہیے

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی زندگی کا ماحصل یہ ہے کہ آدمی ایک عقیدہ رکھے اور اس کو علمی دنیا میں ایک مادی شکل دینے کے لیے مسلسل جہاد کرتا رہے۔ انسان اپنے آپ سے جہاد کرے۔ اپنے خاندان والوں سے جہاد کرے۔ اپنے سماج سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاد کرے، رسوم ورواج کے خلاف جہاد کرے، قوم اس کے عقیدہ کی راہ میں حائل ہوتی ہے۔ تو اس سے جہاد کرے، اور اگر وہ دیکھتا ہے کہ ساری دنیا اس کے عقیدہ کی رُو سے غلط کار ہے تو وہ اس کے خلاف بھی جہاد کرے۔ مولانا کے نزدیک اگر عقیدہ محض عقیدہ رہتا ہے اور خارج میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو یوں سمجھنا چاہیے کہ عقیدہ ناپختہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عقیدہ رکھے بغیر جہاد کرتا ہے تو اس کا یہ جہاد بھی ناقص ہے اور اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔[1]

قرآن کل انسانیت کے مرکزی فکر کا ترجمان ہے اور دیگر ادیان کا نظریہ بھی خدمت انسانیت رہا ہے

حضرت مولانا سندھی صاحب کے بیان میں قرآن مجید کل انسانیت کے بنیادی فکر کا ترجمان ہے اور یہ بنیادی فکر نہ کبھی بدلا اور نہ آئندہ کبھی بدلے گا اور سارے ادیان، مذاہب، اور فلسفوں کا اصل الاصول یہی فکر رہا ہے اس بنیادی فکر کو فطرت اللہ کہہ لیجیے۔ اسے دین کا نام دے دیجیے یا اسے ضمیر انسانی سے تعبیر کیجیے۔ اسی ضمیر انسانی کی ترجمانی انبیاء، صلحاء، اور حکما کرتے آئے ہیں۔ دور زمانہ کے ساتھ ساتھ اصلی فکر میں باہمی کدورتیں شامل ہوتی گئیں اور بار بار "تذکیر" اور "تبشیر" کی ضرورت پڑی۔ قرآن مجید اسی بنیادی فکر کا ترجمان ہے اور یہ بنیادی فکر عالمگیر، ازلی، ابدی اور لازوال ہے۔ قرآن میں بے شک اس فکر کا جامہ عربی ہے اور "ام القریٰ" اور "من حولھا" کو سمجھانے کے لیے ان کے لوازم کا خیال رکھا گیا ہے لیکن "مشاہدۂ حق" کے بیان کے لیے ہمیشہ سے "ساغر و مینا" کی ضرورت پڑتی رہی ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ کہنے والے نے کیا کہا ہے اور ان کو اس کا بھی علم ہوتا ہے کہ الفاظ و تراکیب کی حدود سے پرے معانی کا مقصود کیا ہے۔

مولانا سندھی کے نزدیک قرآن انسانی ضمیر کا ترجمان

قرآن مجید اسی ضمیر انسانی کا ترجمان ہے مولانا کے نزدیک گیتا نے بھی اپنے زمانے میں اسی حقیقت کی ترجمانی کی تھی۔ تورات اور انجیل بھی اسی ضمیر انسانی کی شارح ہیں اور حکمانے بھی کہیں کم کہیں زیادہ اسی راز سے پردہ اٹھایا ہے۔ مولانا کے نزدیک گیتا حق ہے۔ لیکن اس کی جو غلط تعبیر کی گئی ہے وہ کفر ہے۔ توریت اور انجیل حق ہیں۔ لیکن جو غلط

---

[1] مولانا عبید اللہ سندھی، ص ۲۲، سندھ ساگر اکادمی لاہور۔

[2] ص ۳۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیانی ان کے الفاظ کو پہنائے گئے ہیں، وہ باطل ہیں۔ اسی طرح قرآن حق ہے لیکن جس طرح مسلمان اس کو عام طور پر ماننے والے اور جو تفسیر وہ کرتے ہیں۔ وہ حق نہیں۔ اگر گیتا اور انجیل کو غلط طور پر ماننے والے کافر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ تو قرآن کو غلط مفہوم میں ماننے والے کیسے مومن کہے جائیں گے۔

شاہ ولی اللہ کی حکمت میں جو تعلیم انسانیت کی فلاح و بہبود تقدم و ترقی کے لیے برحق ہے اور جو تعلیم انسانی ارتقاء میں حائل ہو تو وہ حق نہیں ہو سکتی

تعلیمات شاہ ولی اللہؒ کے آئینہ میں مولانا نے قرآن کو اس کی اصل شکل میں دیکھا اور انھیں معلوم ہوا کہ خالص اور بے میل انسانیت ہی قرآن کا صحیح اور مکمل نصب العین ہے۔ جو تعلیم عالم انسانیت کے تقدم اور ترقی میں ممد و معاون ہے وہ حق ہے اور جو تعلیم انسانیت کے ارتقاء میں حائل ہو۔ وہ تعلیم حق نہیں ہو سکتی۔ ان معنوں میں قرآن مجید مولانا کا عقیدہ بنا اور قرآن کے نظام کو عملی شکل دینے کے لیے جد و جہد کرنا زندگی کا مقصد ٹھہرا۔

قرآن کے اصولوں پر اس دنیا میں خالص انسانیت کا قیام مولانا کا عقیدہ ہے ان کے نزدیک خالص بے میل انسانیت ہی فطرۃ اللہ کی محافظ ہے اور سچا دین اگر ہے تو یہی ہے۔

قرآنی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا کامل نظام ہے جس میں بین الاقوامیت ہے

مولانا سندھی اس خیال کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اسلام کی تعلیمات کا لب لباب قرآن مجید کی آیت "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون" ہے یعنی قرآن کا مقصود اصلی سب دینوں سے اعلیٰ دین یعنی سب فکروں سے بلند تر فکر یا سب سے بلند بین الاقوامی نظریہ جو زیادہ سے زیادہ انسانیت پر جامع ہو پیش کرنا اور اس پر عمل کرانا ہے۔[1]

اسلام دیگر مذاہب کی سچائیوں کو تسلیم کرتا ہے اس لیے اسلام عالم انسانیت کا دین اور خاصیت کی وجہ سے ان الدین عند اللہ الاسلام کا متحمل ہوا ہے

یہ دین دوسرے ادیان کو مٹانے نہیں آیا۔ یہ سب ادیان کی بنیادی صداقتوں کو تسلیم کرتا ہے اور سب قوموں کے وجود کو مانتا ہے۔ لیکن اس کا کہنا یہ ہے کہ تاریخ میں یہ ہوتا آیا ہے کہ ایک قوم ایک مذہب کو اختیار کرتی ہے اور جوں جوں زمانہ گزرتا ہے وہ اسے اپنے رنگ میں رنگتی جاتی ہے اور اس طرح انسانی دین قومی دین بن

---

[1] مولانا عبیداللہ سندھی ص ۶۷ مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

...تا ہے لیکن اس قوم کا اصرار ہوتا ہے کہ اس کا دین انسانی ہی ساری انسانیت کا دین ہے اور صرف یہی قوم انسانیت کی حامل اور نمائندہ ہے۔ بے شک ابتدا میں ان کا یہ فکر دین انسانی ہوتا ہے اور اس میں ہر رنگ اور ہر نسل والے کو بار مل جاتا ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ قومی بن جاتا ہے اور آخر میں نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ہر فرد یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں اور صرف میں ہی حق پر ہوں باقی لوگ سب گمراہ اور کافر ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ دین جو ساری انسانیت کا شیرازہ بن کر آتا ہے ایک وقت آتا ہے کہ وہ انتہائی انتشار اور نزاع کا باعث بن جاتا ہے قرآن اس کو کفر قرار دیتا ہے۔

قرآن نے یہ کیا کہ ان تمام قومی مذاہب کو جو انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا سبب بن گئے تھے، مردود قرار دیا۔ اور یہ تلقین کی کہ خدا کا سچا مذہب وہ ہے جو خدا سے زیادہ قریب ہو اور خدا سے قربت کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ فرقوں اور قوموں سے بالاتر ہو کر ساری انسانیت کو اپنے دامن میں سمیٹ لے[1]

قرآن نے اقوام عالم اور ادیان عالم کے مرکزی فکر کو متحد کیا جس پر کل انسانیت عمل پیرا ہو سکتی ہے

مولانا سندھیؒ کے نزدیک قرآن نے تمام اقوام، ادیان اور مذاہب کے مرکزی نکات کو جو کل انسانیت پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ یک جا کیا اور ساری دنیا کو یہ دعوت تھی کہ صرف یہی ایک اساس ہے جس پر صحیح انسانیت کی تعمیر ہو سکتی ہے۔ اگر یہودیوں کی قوم میں اس انسانیت کا فقدان ہے تو وہ خواہ اپنے منہ سے "انبیاء اللہ و احباوہ" بنیں، گمراہ ہیں۔ اگر عیسائی اس سے خالی ہیں تو ان کا "ابن اللہ" کا ماننا کسی کام نہ آئے گا اور اگر ہندوؤں میں انسانیت کی کمی ہے تو ان کا پوتر ہونا محض خام خیالی ہے اسی طرح مسلمانوں پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ قرآن ایک میزان ہے جس میں سب تولے جا سکتے ہیں۔ مسلمان، ہندو، یہودی اور عیسائی کی اس میں کوئی تمیز نہیں۔ جو رائی برابر بھی کم نکلا اس کی پرستش ہو گی[2]۔

مولانا کے نزدیک اصل دین یہی ہے کہ سب رسوم اور روایتیں ہیں قرآن کا مقصد انسانیت کو ان رسوم اور روایتوں کے بندھنوں سے آزاد کرانا ہے۔ بدقسمتی سے ہر قوم نے ان رسوم کو اصلی

---

[1] مولانا عبیداللہ سندھی ص ۶۳ - ۶۲ مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔

[2] " ص ۲۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتا ہے لیکن اس قوم کا اصرار ہوتا ہے کہ اس کا دین انسانی ہی ساری انسانیت کا دین ہے اور صرف یہی قوم انسانیت کی حامل اور نمائندہ ہے۔ بے شک ابتداء میں ان کا یہ فکر دین انسانی ہوتا ہے اور اس میں ہر رنگ اور ہر نسل والے کو بار مل جاتا ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ قومی بن جاتا ہے اور آخر میں نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ہر فرد یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میں اور صرف میں ہی حق پر ہوں باقی لوگ سب گمراہ اور کافر ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ دین جو ساری انسانیت کا شیرازہ بن کر آتا ہے ایک وقت آتا ہے کہ وہ انتہائی انتشار اور نزاع کا باعث بن جاتا ہے قرآن اس کو کفر قرار دیتا ہے۔

قرآن نے یہ کیا کہ ان تمام قومی مذاہب کو جو انسانیت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا سبب بن گئے تھے، مردود قرار دیا۔ اور یہ تلقین کی کہ خدا کا سچا مذہب وہ ہے جو خدا سے زیادہ قریب ہو اور خدا سے قربت کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ فرقوں اور قوموں سے بالاتر ہو کر ساری انسانیت کو اپنے دامن میں سمیٹ لے۔[1]

قرآن نے اقوام عالم اور ادیان عالم کے مرکزی فکر کو متحد کیا جس پر کل انسانیت عمل پیرا ہو سکتی ہے

مولانا سندھیؒ کے نزدیک قرآن نے تمام اقوام، ادیان اور مذاہب کے مرکزی نکات کو جو کل انسانیت پر منطبق ہو سکتے ہیں۔ یک جا کیا۔ وہ ساری دنیا کو یہ دعوت تھی کہ صرف یہی ایک اساس ہے جس پر صحیح انسانیت کی تعمیر ہو سکتی ہے۔ اگر یہودیوں کی قوم میں اس انسانیت کا فقدان ہے تو وہ خواہ اپنے منہ سے "انبیاء اللہ و احباؤہ" بنیں، گمراہ ہیں۔ اگر عیسائی اس سے خالی ہیں تو ان کا "ابن اللہ" کا ماننا کسی کام نہ آئے گا اور اگر ہندوؤں میں انسانیت کی کمی ہے تو ان کا پوتر ہونا محض خام خیالی ہے اسی طرح مسلمانوں پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ قرآن ایک میزان ہے جس میں سب تولے جا سکتے ہیں۔ مسلمان، ہندو، یہودی اور عیسائی کی اس میں کوئی تمیز نہیں۔ پورا رتی برابر بھی کم نکلا اس کی پرسش ہو گی۔[2]

مولانا کے نزدیک اصل دین یہی ہے کہ سب رسوم اور روایتیں ہیں قرآن کا مقصد انسانیت کو ان رسوم اور روایتوں کے بندھنوں سے آزاد کرانا ہے۔ بدقسمتی سے ہر قوم نے ان رسوم کو اصلی

[1] مولانا عبید اللہؒ سندھی ص ۶۳-۶۲ مطبوعہ سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔

[2] " " ص ۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہب سمجھ لیا اور ان کے پیچھے لوگ ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔

قرآن کے عامل کی یہ علامت ہے کہ غلط رسوم کو مٹا دیتا ہے

قرآن کا سچا ماننے والا وہ ہے جو ان بے رُوح رسوم کے خلاف جہاد کرے اور خلوص دل سے رسوم شکن ہو۔ قرآن کا ماننے والا "موحد" ہوتا ہے۔ اور اس کا "کیش ترک رسوم" ہے جب رسوم مذہب کا درجہ حاصل کرلیں۔ اور مذہب کا یہ لباس مظہر وجود کے بجائے تنگ وجود ہو جائے تو اس وقت ان رسوم کا مٹانا قرآن کے ماننے والوں کا فرض ہو جاتا ہے۔

کفر کی علامتیں صرف پتھر، سونے چاندی کے بت ہی نہیں بلکہ نام نہاد مذاہب غلط رسومات کی نمایاں علامت ہے

شعائر کفر ہمیشہ پتھر اور سونے چاندی کے بت نہیں ہوتے۔ ہماری رسوم ہمارے اخلاق معیار، آداب و اطوار اور ہمارے نام نہاد مذاہب بھی ایک وقت میں بت بن جاتے ہیں۔ اور جس طرح پہلے کبھی پتھر کے بت غیر اللہ بن گئے تھے۔ اسی طرح جب رسوم کے بت غیر اللہ بن جائیں۔ تو ان کے خلاف بھی قرآن جہاد کی تلقین کرتا ہے۔ اصلی مذہب اور رسوم سے اس نازک فرق کو مولانا یوں بیان فرماتے ہیں:

"اقوام میں کسی تحریک کو محفوظ کرنے کا یہ اساس ہے جو چیز متوسط طبقے میں آجائے وہ چیز فنا نہیں ہو سکتی۔ ادنیٰ طبقہ اس کی تقلید کرتا ہے اور اعلیٰ طبقہ جو کچھ کہتا ہے اس کی عملی صورت یہی ہوتی ہے جو متوسط طبقہ میں ہے۔ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ میں اُسے "رسوم" سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایک حقیقت اور حکمت کو جب تک رسم نہ بنایا جائے وہ انسانیت کے لیے مفید نہیں ہو سکتی۔ امام ولی اللہ تمام شرائع الٰہیہ کے اندر رسوم کو مرکز مانتے ہیں۔ قرآن عظیم نے اس کو "معروف" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے"[1]

مولانا سندھی کے نزدیک رسومات اسی حد تک قابل قبول ہیں جس حد تک مذہب اور حقیقت کے قریب ہوتا

بے شک رسوم قابل احترام ہیں۔ لیکن اس وقت تک جب تک وہ حقیقت اور حکمت سے بہرہ ور رہتی ہیں۔ لیکن جب رسوم کھوکھلی ہو جائیں اور ان کے اندر صحیح رُوح باقی نہ رہے تو پھر ان کا وجود اور عدم وجود برابر ہوتا ہے اور ان کا بدلنا یا ان کی تجدید لازمی ہو جاتی

[1] مولانا عبیداللہ سندھی۔ ص ۱۴۸ سندھ ساگر اکادمی، لاہور

© rasailojaraid.com